مکتوباتِ مخدوم الملک

(۲)

خواجہ سلیمان

مخدوم الملک کے مریدوں میں اچھا مرتبہ رکھتے تھے۔ جوسہ میں قیام تھا۔ مکتوبات دوصدی میں مکتوب ۵۷، ۱۲۳، ۱۳۴ ان کے نام ہیں۔ پہلے مکتوب سے معلوم ہوتا ہے کہ خواجہ سلیمان کسی سخت پریشانی میں مبتلا تھے۔ بشیر نام کے کسی شخص کی معرفت مخدوم الملک کو سارا حال معلوم ہوا۔ خواجہ سلیمان کی تسکین خاطر کے لیے چند کلمات لکھ بھیجے۔

ایک مرتبہ جوسہ کے کسی قاضی صاحب سے مولانا شیخ صدرالدین کے کسی مکتوب پر بحث چھڑ گئی۔ خواجہ سلیمان مولانا کی حمایت میں تھے۔ بات بہت زیادہ بڑھ گئی تھی۔ ملک خضر نے ایک خط میں یہ واقعہ مخدوم الملک کو بھی لکھ بھیجا۔ آپ کو قاضی جی کا رویہ ناپسند ہوا، اور یوں اظہار خفگی فرمایا:[۱]

"قاضی جی کی گفتگو سن کر مجھے بڑا ملال ہوا۔ استغفراللہ، استغفراللہ۔ شیخ سلیمان نے آخر گفتگو کی زحمت ہی کیوں گوارا کی۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۲۰ برس تک دعوت دی۔ ابوطالب اور ابوجہل جیسوں کو کیا فائدہ پہنچا۔ جو بے چارہ شریعت کی چھری سے ذبح ہوچکا ہے وہ مردہ ہے۔ شیخ سلیمان کی بات کیسے سن سکتا ہے۔ ایسوں سے احتراز ہی بہتر ہے۔"

---

[۱] مکتوب ۱۲۳ مکتوبات دوصدی ص ۳۲۴

مولانا کمال الدین سنتوشی

مولانا کمال الدین سنتوس (بنگال) میں رہتے تھے۔ انھیں مخدوم الملک کے چند خطوط دیکھنے کا موقع ملا۔ ایک خط جو معرفت خداوندی کے سلسلہ میں تھا مولانا کی سمجھ میں نہ آیا۔ مولانا نے اس کا تذکرہ ایک مجلس میں کیا۔ وہاں مخدوم الملک کے ایک عزیز بھی موجود تھے جو تجارت کی غرض سے سنتوش گئے ہوئے تھے۔ ان کی زبانی مخدوم الملک کو جب اس کا علم ہوا تو مولانا کی تشفی کے لیے اس موضوع کی وضاحت میں ایک خط لکھا۔ مکتوبات دو صدی میں اس خط کا ۴۰ واں نمبر ہے۔ اس کے بعد مزید دو خطوط مولانا کے پاس لکھے گئے۔

خواجگی خواص پوری

حضرت خواجگی خواص پور ٹانڈہ (مغربی بنگال) میں قیام فرما تھے۔ مکتوبات دو صدی میں مکتوب ۲۴ اور مکتوب ۱۱۲ ان کے نام ہے۔ دونوں مکاتیب میں قناعت اور فقر کے اسرار سمجھائے گئے ہیں۔

مولانا محمود سنکامی

مولانا کے نام صرف ایک مکتوب ۵۶ مکتوبات دو صدی میں ہے۔ اس میں نفس پر قابو پانے پر زور دیا گیا ہے۔ کامیابی و ناکامی کے احساس کا فلسفہ سمجھایا گیا ہے۔ مخدوم الملک لکھتے ہیں:

"اے عزیز! ہماری تمام بلائیں اپنی خواہشات اور تمناؤں کی وجہ سے ہیں۔ خدا کی بھی ہو اور اپنی آرزو و مراد بھی پوری ہو دونوں باتیں ہرگز نہیں ہو سکتیں۔ اللہ کی خواہش کے ساتھ ساتھ اپنی خواہش کی بھی گنجائش ہو ایسا کبھی نہیں ہو سکتا کیونکہ اللہ کسی طرح کی بھی شرکت قبول نہیں کرتا۔"

"اے عزیز! انبیاء، اولیا، بادشاہ، امراء غرضیکہ سب چاہتے ہیں تو بہت کچھ مگر جو کچھ وہ چاہتے ہیں سب پورا نہیں ہوتا اور کبھی تو یہ ہوتا ہے کہ آرزو کیے بغیر مل جاتا ہے۔ جس طرح انسان کو موت سے چھٹکارا نہیں۔ قانون الٰہی کے سامنے بھی گردن جھکانے کے سوا چارہ نہیں۔

مولانا حمید الدین

صدر العلما مولانا حمید الملت والدین کے نام مکتوبات دو صدی کا ۵۸ واں مکتوب ہے۔

مولانا کو ان کی شہرت وعظمت کے پیش نظر قضا کا عہدہ کیا گیا۔ انھوں نے قبول کر لیا۔ مخدوم الملک کو خبر ہوئی تو سخت خفگی اور ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔ مخدوم الملک نے شیخ صدر الدین کو بھی یہ ذمہ داری قبول کرنے سے منع فرمایا تھا۔ مگر انداز فہمائش مشفقانہ تھا۔ مگر مولانا حمید الدین کے سلسلہ میں مخدوم الملک کا تیور بدلا نظر آتا ہے اور فہمائش سے زیادہ مذمت کا پہلو اجاگر ہے۔ ملاحظہ ہو۔

"اطلاع ملی ہے کہ آپ نے قضا کی ذمہ داری اپنے سر لی ہے۔ اتنی بڑی ذمہ داری اس کے خطرات کو جانتے ہوئے باوجودیکہ کوئی مجبوری نہ تھی کیسے قبول کر لی۔ حیرت ہے۔ دل میں کھٹکا گذرتا ہے کہ شاید علم معرفت کے حصول میں آپ کے قلب میں خلل واقع ہوا ہے ورنہ علم معرفت کے فوائد وثمرات سے محرومی کا کام آپ نہ کرتے۔ اور محبوب حقیقی کو چھوڑ کر غیر اللہ میں مشغول نہ ہوتے۔"

"اے بھائی اپنی حرکتوں سے باز آؤ۔ عمر کا آخر حصہ ہے۔ مشکلوں سے یہ تھوڑی مہلت حاصل ہے۔ کسی طرح اپنے کو اس وبال سے نکالو اور جو کچھ ہو چکا ہے اس پر توبہ واستغفار کرو۔"

"اے بھائی اللہ کی راہ میں جس قدر مجھے آپ کی صحبت رہی ہے اس بنا پر پہلے یہ خواہش تھی کہ کچھ لکھوں لیکن چونکہ آپ جاہ و مال کے گرویدہ ہو چکے ہیں ان میں سے ایک بت کی حیثیت رکھتا ہے اور دوسرا زنار کی۔ خیال گزرا کہ شاید میری تحریر پسند نہ آئے اور لکھنا لکھانا برباد ہو جائے۔ پھر بھی چند سطور لکھنے پر جو مختصر ہیں طبیعت نہ مانی۔"

محمد دیوانہ

شیخ محمد دیوانہ پر عشق الٰہی کا غلبہ تھا۔ غالباً اسی سبب سے دیوانہ مشہور تھے۔ مخدوم الملک انھیں ایک خط میں عشق و محبت کے زبانی دعویٰ اور عمل کی حقیقت کو یوں سمجھاتے ہیں۔

"محبت کرنا تو ایک دعویٰ ہے۔ اس کے لیے دلیل کی ضرورت ہوتی ہے۔ دعویٰ کرنا تو بہت آسان ہے مگر دلیل دینا مشکل امر ہے۔"

مکتوبات دوصدی میں صرف ایک مکتوب ص۵۹ ان کے نام ہے۔

مولانا نظام الدین

مولانا نظام الدین حضرت محبوب الٰہی کے مرید تھے۔ بہار شریف میں ایک زمانہ تک رہنے کا اتفاق ہوا تھا۔ مخدوم الملک کو راجگیر کے جنگل سے شہر لا کر آباد کرنے والے یہی تھے۔ دونوں میں دوستانہ اور مخلصانہ تعلقات تھے۔ لیکن انقلاب زمانہ نے دونوں کو جدا کر دیا۔ مولانا نظام الدین کو بہار شریف چھوڑنا پڑا۔ عرصہ تک ملاقات نہ ہو سکی۔ نامہ و پیام کا موقع نہ مل سکا۔ مدت کے بعد مولانا نظام الدین مخدوم الملک کے پاس ایک خط بھجوانے میں کامیاب ہو سکے۔

جب یہ خط آپ کے پاس پہنچا تو آپ بہت متاثر ہوئے۔ قدیم تعلقات، ماضی کے واقعات اور پچھلی یادیں تازہ ہو گئیں۔ مخدوم الملک کے جوابی مکتوب کی وہ عبارتیں دونوں کے خلوص و محبت کو ظاہر کرتی ہیں، ملاحظہ ہوں:۔ مولانا نظام الدین سلطان محمد تغلق کے سالار اعلیٰ اور استاد قتلو خاں کے بھائی تھے۔

حال دنیا را بہ پرسیدم من از فرزانۂ[1] گفت یا بادیست یا خوابیست یا افسانۂ
باز گفتم حال آں کس گو کہ دل در و بست گفت یا دیویست یا غولیست یا دیوانۂ

یار قدیم امام نظام الدین کو فقیر حقیر احمد یحییٰ منیری الملقب بشرف کی جانب سے سلام و تحیت پہنچے۔ خط کا مضمون سے آگاہی ہوئی۔ گذرے ہوئے زمانے اور قدیم ملاقات یاد آ گئی غمناک دل کے ساتھ یہ شعر زبان پر جاری ہو گیا:

گرد آمدہ بودیم چوں پروین یک چند ایمن شدہ از فراق و از بیم گزند
مانا کہ نہ بودیم دریں رہ خرسند ایزد چوں بنات نعش مارا پراگند

کیا کیا جائے خدا کو جو منظور ہوتا ہے وہی ہوتا ہے۔ قانون قدرت یہی ہے کہ یک جا

---

[1] مکتوب ۲۰۵ مکتوب دو صدی

ہونے کے بعد الگ ہونا پڑتا ہے۔ خدا کو جو منظور ہے اسی پر راضی ہونا پڑتا ہے۔ اے بھائی دنیا میں کون ہے جسے دوستوں کی جدائی کا درد نہ ہوا ہو، اور شربت فراق کا مزا نہ چکھنا پڑا ہو۔ ہمیشہ ایسا ہی ہوتا آیا ہے۔ کہنے والے پر رحمت خدا کی۔

زہر لیست بجائے بادہ در جام فراق　　تلخ است سراسر ہمہ ایام فراق

تا من بزنیم دعائے بد خواہم کرد　　آں را کہ نہاد در جہاں نام فراق

اس کے بعد مخدوم الملک انھیں خدا سے لو لگانے اور آخرت کی طرف توجہ دینے کا مشورہ دیتے ہیں۔

شیخ معزبی

شیخ معزبی کون تھے اس کی تفصیل نہیں ملتی۔ مکتوبات دوصدی میں ایک مکتوب ۹۴ ان کے نام ہے۔ بس اسی سے اتنا پتہ چلتا ہے کہ دکن کے علاقہ میں کسی دور دراز مقام بتالہ میں قیام فرما تھے۔ بہار شریف کے اطراف میں ایک جگہ منڈ کھر ہے وہاں شیخ اسحاق معزبی نام کے ایک بزرگ کی درگاہ ہے۔ یہ بزرگ مخدوم الملک کے زمانہ میں کہیں باہر سے تشریف لائے تھے۔ پھر منڈ کھر چلے گئے۔ وہاں پہاڑی کے نزدیک ویرانہ میں رہنے لگے۔

مخدوم الملک ان کا بہت احترام کرتے تھے اور ان سے ملنے برابر منڈ کھر جایا کرتے تھے۔ کچھ تحائف بھی ساتھ لے جایا کرتے۔ بتالہ والے شیخ معزبی اور حضرت اسحاق معزبی دونوں ایک ہیں یا دو بغیر تحقیق کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ بہرحال شیخ معزبی کو مخدوم الملک نے جو خط لکھا ہے اس میں انتہائی عقیدت کا اظہار کیا گیا ہے۔ مکمل مکتوب درج ذیل ہے:

"شرف منیری جو اپنے قصور پر شرمندہ اور اپنی خطاؤں پر پشیمان ہے جب تک زندہ رہے گا ندامت و حسرت میں رہے گا، آپ کو نہایت اشتیاق کے ساتھ سلام پیش کرتا ہے۔

چنانی در دلم حاضر کہ جاں در جسم و خوں در رگ

فراموشم نہ وقتے کہ دیگر وقت یاد آئی!

ملک حسام الدین کئی بار آئے اور آپ کا سلام پہنچایا۔ میں نے اسے دولت ابدی وسعادت سرمدی سمجھا۔ جب ملک حسام الدین واپس ہوئے تو میں نے ایک خط آپ کو لکھا تھا۔ ملا ہوگا۔ چونکہ آپ بستالہ میں قیام پذیر ہیں اور وہ مقام ایک گوشے میں واقع ہے۔ ہر شخص کا وہاں گذر نہیں اور چونکہ ہر شخص وہاں نہیں جا سکتا اس لیے آپ کو مکتوبات ویادگار نہیں بھیج سکا ورنہ اکثر خطوط بھیجتا۔

جب تک یہ چند دن کی زندگی باقی ہے اپنے قلب کی توجہ اس کم نصیب کی جانب رکھیں اور اس فقیر کے ترقی کار کی طرف توجہ فرمائیں تاکہ اس گرفتاری سے باہر نکل سکوں۔ کیا عرض کروں پاؤں پھنسے ہوئے ہیں۔ شریعت اجازت نہیں دیتی ورنہ آج ہی اور ابھی یہاں سے روانہ ہو کر اس مسجد تک آتا جس میں آپ رہتے ہیں۔ وہیں مجاوری کرتا اور اپنا ماتم آپ کو سناتا:

گرد ست صد ہزار جانم　　　　پائے مبارکت فشانم

اس ناچیز نے بارہا ارادہ کیا کہ ہندوستان سے باہر نکلے۔ مسلمانوں کی صحبت اور درویشوں کی خدمت سے فائدہ اٹھائے۔ شاید اس طرح مسلمان ہو جائے۔ اور خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ اس وقت جو میرا حال ہے آئندہ کیا ہوگا؟

آج تک گردن سے زنار نہ اتار سکا اور نہ جمال توحید دیکھ سکا۔ اہل شرک وکفر کے درمیان بت پرستی میں عمر گزر رہی ہے۔ اپنے اعمال کو دیکھتا ہوں تو زنار۔ کفر۔ شرک اور نفس پرستی کے علاوہ کچھ نظر نہیں آتا۔ افسوس صد افسوس:

اندریں فتنہ کہ فریاد رسد جان مرا　　　　ترک قتال وفرس تند شکاری ماندہ

مَن فات المولیٰ فات الکل　　　　جس نے مولیٰ کو چھوڑا اس سے سب چیز چھوٹی

میرے لیے دونوں عالم کی مصیبتیں ہیں

ومن کان فی ھٰذہ اعمیٰ فھو فی الآخرۃ اعمیٰ۔　　　　جو یہاں اندھا بنا رہا آخرت میں بھی ایسا بیکار رہے گا۔

ابھی تک ان حالات سے دامن نہیں چھوٹا ہے افسوس کیا کروں:

کجا روم چہ کنم وکرا شفیع آرم دمے کہ رفت زدستم چگونہ باز آرم

میرا تو معاملہ عجیب ہے کوئی شیخ کہتا ہے کوئی مرید ہوتا ہے ایک ملک المشائخ لکھتا ہے تو دوسرا قطب الاولیا کہتا ہے اور حال یہ ہے کہ ابھی تک میں نے مسلمانی کا چہرہ ہی نہیں دیکھا اور نفس کا زنار گردن سے نہیں اتارا ہے۔ افسوس میری کتنی فضیحت ہے اللہ کی رحمت ہو اس پر جس نے کہا ہے:

صوفی وسیاہ پوش وشیخ بجلہ دار ایں جملہ شدی وسے مسلماں نہ شدی

خلاصہ یہ ہے کہ اپنا حال نہ لکھنے کے لائق ہے اور نہ بیان کرنے کے قابل،

نمی دانم کرا مانم بدیں سیرت گرفتارم

نہ من ہندو نہ من مسلم نہ من مزند نہ بدکارم

اب اس کے علاوہ کیا چارہ ہے کہ دوستوں کی طرف بھاگوں۔ محبوں کے قدموں پر گردن اور فریاد کروں کہ اپنی دولت ونعمت کی زکوٰۃ میں اس مفلس دگدا پر توجہ کریں اور اس خاص وقت میں جس کی عبارت لی مع اللہ ہے حضرت رب العزت میں اس کم نصیب کے لیے کچھ طلب کریں اور لے کر اٹھیں ع

رفتم از دست ار نہ گیری دست

۵ دریاب دگر تو ورنہ یابی ناچیز شوم دریں خرابی

جب سے دنیا قائم ہے یہی ہوتا آیا ہے کہ گرے ہوئے دوستوں کا ہاتھ دوستوں ہی نے پکڑا ہے اور سہارا دیا ہے ع

یار کار افتادہ را یاری ہم از یاراں رسد

افسوس! جو غلطیاں اس حقیر سے ہوئی ہیں وہ ظاہر وتاباں ہیں لیکن معاف کرنے والے کی نظر اس پر نہیں ہوتی وہ تو اپنے کرم ونوازش کو دیکھتا ہے۔ جس برادبار ہے اس سے جفا سرزد ہوتی

ہے۔ قبول کرنے والا وفاکرتا ہے۔ بے مایہ قصور کرتا ہے دولت والا و تارک کا اظہار کرتا ہے:

در رحمت خود بین و مبیں در گنہ ما | ما پُر ز گنہ از سر تا ناخن پایم

والسلام

سلطان فیروز تغلق

خواجہ عابد ظفر آبادی کا کچھ مال سرکاری افسروں کی زیادتی کے باعث تلف ہو گیا تھا۔ وہ وہ اپنی فریاد لے کر سلطان کے پاس جانا چاہتے تھے۔ مخدوم الملک نے بھی سلطان کے نام ایک خط لکھ دیا جس میں رسول اللہ اور صحابہ کرام کے دور کے واقعات سے مثال دیتے ہوئے مظلوموں کے ساتھ ہمدردی اور انصاف کرنے کی درخواست کی تھی اور خواجہ عابد ظفر آبادی کے معاملہ کی طرف توجہ دلائی تھی۔

ملک داؤد

ملک داؤد سلطان محمد تغلق کے داماد تھے۔ مخدوم الملک سے غائبانہ عقیدت تھی۔ ایک خط انھوں نے بڑے احترام و ادب کے ساتھ لکھا۔ اسی کے جواب میں مخدوم الملک کا ایک خط ان کے نام ملتا ہے۔ ملک داؤد خود عالم تھے اور علما و مشائخ کی قدر کرتے تھے۔ مخدوم الملک نے بھی اسی خلوص و احترام کے ساتھ انھیں جواب دیا۔ آپ لکھتے ہیں:

"شرف منیری جو آستانۂ علما کا سگ گرگین ہے سلام عرض کرتا ہے اور نہایت شرمندہ و معذرت خواہ ہے۔ آپ کا خط جس میں میرا ذکر انتہائی تواضع کے ساتھ کیا گیا ہے ملا۔ یہ سگ روسیاہ اپنی حقیقت سے واقف ہے۔ سمجھ میں نہیں آیا کہ آپ نے میرا ذکر اتنے ادب کے ساتھ کیوں کیا ہے۔"

"حضور والا نے مجھ کو ملک المشائخ قطب الاولیا اور خود کو ایک معتقد کی حیثیت سے ظاہر کیا ہے۔ افسوس اپنا حال تو یہ ہے کہ تفاوت و ادبار، لعنت و خاکساری، بت پرستی اور زناروارى سے معاملہ آگے نہیں بڑھا ہے۔ آہ تم آہ لوگوں کو اس ناچیز کے بارے میں اور اس کے نفاق و خذلان کے متعلق کچھ اور گمان ہے۔"

"جناب عالی کے یہ القاب لکھنے کی اگر یہ وجہ ہے کہ اس حقیر کی شاید کچھ شہرت ہے تو اس معاملہ میں شیطان ہم سے زیادہ ہے ۔"

"اے صدر بزرگوار اسلام ایسا دین نہیں کہ میرے جیسے گندے کو اپنا چہرہ روشن دکھلائے ۔"

مولانا بایزید

مولانا بایزید کے نام مکتوبات دو صدی کا مکتوب ۹۸ ہے ۔ اس خط میں مولانا کو سمجھایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب اور مومن بندوں کو آزماتا ہے اس لیے اس آزمائش و ابتلا میں ثابت قدم رہنے کی ضرورت ہے ۔ مولانا اس امتحان میں پورے اتر چکے تھے ۔ مخدوم الملک اس پر مسرت و اطمینان کا اظہار کرتے ہیں :

"اے عزیز ! الحمدللہ یہ دولت تم عزیز کو حاصل ہو چکی ہے ۔ ہاں دیکھو فقیروں اور مفلسوں کو اس دولت میں نہ بھولو ۔ یہ دعا کی قبولیت کا وقت ہے ۔"

شیخ نصیر الدین

آپ مخدوم الملک کی ملاقات کے ارادے سے بہار تشریف لے گئے ۔ اتفاق سے مخدوم الملک کہیں باہر گئے ہوئے تھے ۔ انھیں ملاقات سے محرومی کے قلق کے ساتھ سفر کی صعوبت بھی برداشت کرنا پڑی ۔ جھنجلاہٹ میں دو خطوط ایسے لکھ ڈالے جن میں شکایت کا لہجہ کچھ تیز تھا ۔ مخدوم الملک کو ان کی یہ شکایت بجا معلوم ہوئی ۔ جواب میں معذرت کا خط لکھا ۔

امین خاں

ان کے نام صرف ایک مکتوب ۱۰۳ مکتوبات دو صدی میں ملتا ہے ۔ امین خاں کون تھے اور کہاں کے رہنے والے تھے کچھ پتہ نہیں چلتا ۔ مکتوب میں وسوسہ سے بچنے کی تلقین کی گئی ہے اور تزکیہ نفس پر زور دیا گیا ہے ۔

شیخ قطب الدین

ان کے نام صرف ایک مکتوب مکتوبات دوصدی میں ہے۔ یہ استقامت اور راہ دین کے موضوع پر ہے۔ مخدوم الملک نے انھیں "فرزندم قطب الدین" کہہ کر مخاطب کیا ہے۔

فخرالدین

انھیں بھی مخدوم الملک نے فرزند فخرالدین کہہ کر خطاب کیا ہے۔ اور مکتوب میں کئی جگہ فرزند لکھا ہے۔ یہ ظفرآباد میں رہتے تھے اس لیے مولانا مظفر بلخی کے حوالہ کر دیا تھا اور ہدایت کی تھی کہ شریعت و طریقت کے جملہ امور میں انھیں سے مشورہ کریں اور جو مولانا مظفر کہیں اس پر میری ہدایت تصور کرتے ہوئے عمل کریں۔

خواجہ احمد

مکتوبات دوصدی میں ۱۳۹ واں مکتوب خواجہ احمد نام کے ایک شخص کو لکھا گیا ہے خواجہ احمد کے بارے میں مزید کچھ معلوم نہیں ہو سکا۔ بہرحال آپ کے عقیدت مندوں میں تھے۔

امام تاج الدین

۱۵۲ ویں مکتوب میں مخدوم الملک امام تاج الدین کو نصیحت کرتے ہیں کہ جب کسی درویش کی صحبت اختیار کی جائے تو ان کی پوری طرح اتباع کی جائے۔ یہ مکتوب نہایت مختصر ہے۔ امام صاحب کے خط کے جواب میں لکھا گیا ہے۔

ملک معزالدین

خواجہ قبول نام کے ایک شخص کی معرفت مخدوم الملک کو ملک صاحب کا خط ملا تھا۔ اسی کے جواب میں ایک خط لکھا۔ مکتوبات دوصدی میں ملک معزالدین کے نام مخدوم الملک کے خط کا نمبر ۱۲۵ ہے۔

مولانا قطب

مولانا کو اس امر کا خوف رہا کرتا تھا کہ خاتمہ کیسا ہوگا۔ اس خوف کی وجہ سے بعض اوقات سکتہ کا عالم طاری ہو جاتا۔ ایسا معلوم ہوتا کہ ہاتھ پاؤں میں جنبش ہی نہیں ہے اور عجیب حال ہو جایا کرتا تھا۔ مولانا نے مخدوم الملک کو ساری کیفیت لکھ بھیجی۔ آپ نے انھیں اطمینان دلایا کہ جس شخص کو آج خوف ہے امید ہے کہ اس کا خاتمہ بالخیر ہوگا۔

رضی الملک عوضی

ان کے نام مکتوبات دو صدی میں تین خطوط مکتوب ۵۵، مکتوب ۱۱۲، اور مکتوب ۱۲ ہیں۔ ان کو کوئی ایسا صدمہ پیش آیا تھا جس سے ملول خاطر رہا کرتے تھے۔ مخدوم الملک نے انھیں صبر و ضبط سے کام لینے اور خدا کی مرضی کے آگے سر تسلیم خم کر دینے کی تلقین کی۔ اس سلسلہ میں بعض پیغمبروں اور بزرگوں کے حالات سے مثالیں دے کر سمجھانے کی کوشش کی گئی۔

عبدالملک

مخدوم الملک کا ایک مکتوب ان کے نام ہے۔ اس میں نفس پر قابو پانے کا مشورہ دیا گیا ہے۔ حضرت مخدوم لکھتے ہیں کہ:

"زیادہ سے زیادہ نماز پڑھنے اور زیادہ سے زیادہ روزہ رکھنے کی کوشش نہ کرو بلکہ اصل کوشش تو یہ ہونی چاہیے کہ نفس کو قابو میں رکھا جائے اور اس پر غلبہ حاصل ہو۔"

مذکورہ بالا اشخاص کے علاوہ بھی بہت سے دوسرے لوگوں سے مخدوم الملک کے ارتباط تھے، اور ان سے نامہ و پیام کا سلسلہ جاری تھا۔ مثلاً پیر بدر عالم زاہدی سے بھی مخدوم الملک کے تعلقات نہایت مخلصانہ تھے۔ وہ اس وقت چاٹگام میں قیام فرما تھے۔ مشرقی پاکستان اور برما کے علاقہ میں ان کا زبردست اثر تھا۔ مخدوم الملک نے اپنے آخر دور میں پیر بدر عالم سے بہار شریف چلے آنے کی درخواست کی تھی۔ اور وہ آپ ہی کی دعوت پر

چاٹگام سے روانہ ہوئے لیکن راستے ہی میں تھے کہ مخدوم الملک رحلت فرما گئے۔

سکندر شاہ

بنگال کے فرماں روا سلطان سکندر شاہ کے پاس بھی آپ کے مکتوبات پہنچنے کا ثبوت ملتا ہے۔ وہ بعض امور میں آپ سے مشورہ کیا کرتا تھا۔ اس کا انکشاف مولانا مظفر بلخی کے ان خطوط سے ہوتا ہے جو انھوں نے سلطان سکندر کے لڑکے سلطان غیاث الدین اعظم شاہ کو لکھے تھے۔ اعظم شاہ نے مولانا مظفر بلخی سے غیر مسلموں کو اعلیٰ عہدوں پر بحال کرنے کے سلسلہ میں رائے طلب کی تھی۔ مولانا نے اس کی مخالفت کی اور یاد دہانی کی کہ میرے مرشد سے بھی آپ کے والد بزرگوار کی اس سلسلہ میں خط و کتابت ہو چکی تھی۔ لیکن خود مخدوم الملک کے خطوط جو آپ نے سکندر شاہ کو لکھے تھے دستیاب نہیں ہوئے۔

شیخ نصیر الدین چراغ دہلی

مناقب الاصفیا کی روایت سے پتہ چلتا ہے کہ شیخ نصیر الدین چراغ دہلی سے بھی مخدوم الملک کا سلسلہ مکاتبت قائم تھا۔ مخدوم الملک کے بعض خطوط شیخ نصیر الدین دہلی کو اتنے پسند آئے کہ وہ کہنے لگے کہ

"شیخ شرف الدین نے اپنے مکتوبات کے ذریعے ہم لوگوں کے کفر صد سالہ کو روز روشن کی طرح آنکھوں کے سامنے کر دیا ہے۔"

مکتوبات دو صدی میں ایک مکتوب شیخ نصیر الدین کے نام ہے۔ معلوم نہیں کہ یہ حضرت چراغ دہلی ہی ہیں یا کوئی دوسرے۔

مخدوم جہانیاں جہاں گشت

حضرت سید جلال بخاری جہانیاں جہاں گشت کے پاس بھی مخدوم الملک کے مکتوبات پہنچتے رہتے تھے اور وہ بہت غور و فکر کے ساتھ آپ کے مکتوبات کا مطالعہ کیا کرتے تھے مناقب الاصفیا میں درج ہے کہ سید جلال بخاری سے کسی نے پوچھا کہ آج کل آپ کا کیا

مشغلہ ہے۔ فرمایا شیخ شرف الدین کے مکتوبات کا مطالعہ کرتا ہوں۔ پھر کسی نے پوچھا کیا پایا۔ جواب دیا ابھی تک میں ان مکتوبات کے بعض مقامات کو سمجھ بھی نہیں سکا ہوں۔ لیکن پیر بدر عالم زاہدی۔ سکندر شاہ۔ شیخ نصیر الدین چراغ دہلی اور مخدوم سید جلال بخاری کے نام جو خطوط لکھے گئے تھے وہ نا پید ہیں اور نہ ان لوگوں کے خطوط ملتے ہیں جو انہوں نے مخدوم الملک کو بھیجے تھے۔

---

(۳)

مکتوبات میں زیادہ اہم وہ خطوط ہیں جو قاضی شمس الدین۔ شیخ عمر۔ ملک خضر اور ملک حسام الدین کو لکھے گئے ہیں۔ کیونکہ ان بزرگوں کو مخدوم الملک کے پاس رہنے کا موقع نہ تھا ان کی ساری تعلیم و تربیت خطوط کے ذریعہ ہوئی تھی۔ لہذا انھیں حضرت مخدوم نے ایک تجربہ کار مدرس، ماہر نفسیات، عالم باعمل اور مشفق پیر و استاد کی طرح سب کچھ سمجھانے کی کوشش کی ہے۔

قاضی شمس الدین اور ملک حسام الدین کو ابتدا میں اتنا موقع بھی نہ تھا کہ مخدوم الملک سے بیعت حاصل کر سکیں۔ لیکن ان کے طلب شوق اور عقیدت کا یہ عالم تھا کہ مخدوم الملک بھی متاثر ہوئے اور حلقۂ ارادت میں داخل کر لیا۔ بہار جانے کا موقع نہ تھا اس لیے ان سے غائبانہ بیعت لی گئی۔

غائبانہ طور سے مخدوم الملک کسی کو اپنے حلقہ ارادت میں کس طرح شامل کرتے تھے اس کا طریقہ خود مکتوبات سے معلوم ہو جاتا ہے۔ قاضی شمس الدین کو مکتوبات دو صدی کے مکتوب عدد ۵۲ میں لکھتے ہیں،

"اے بھائی جب تمہاری عقیدت اور حسن ظن مجھ فقیر کے ساتھ ہے تو میں نے بھی قبول کیا۔ اپنے بزرگوں کی ٹوپی بھیج رہا ہوں۔ ایک دعوت کیجیے اور درویشان راہ طریقت جو اس جگہ ہوں ان کی موجودگی میں اسے پہنیے۔ دو رکعت نماز شکرانہ ادا کیجیے۔ روز و شب باوضو

رہنے کی کوشش کیجیے۔ اور ہر وضو کے بعد دو رکعت شکرانہ ادا کرتے رہیے اور روز و شب میں جو فرصت کی گھڑی بھی میسر آئے اگرچہ نماز عصر کے بعد ہی ہو میرے مکتوبات اور ملفوظات جو پہنچے ہیں مطالعہ میں رکھیے اور بقدر دست اس پر عمل کیجیے :

تقصیر مکن ہیچ تو در کردن طاعت　　کاننا کہ بیابست تماجملہ بداد ست

اور مکتوبات کو العلمہ احسن الانسانیین تصور کرکے پڑھیں۔ گویا مجھ فقیر کی زبان سے سن رہے ہیں۔"

قاضی حسام الدین کو بھی اسی طریقہ سے حلقۂ ارادت میں شامل کیا گیا تھا۔

"چونکہ تم کو اس فقیر سے حسن ظن ہے، اور اپنا ارادہ اس فقیر سے منسلک ہونے کا ظاہر کیا ہے اور کلاہ درویشی طلب کی ہے فقیر نے بھی تم عزیز کو قبول کیا۔ فقیر کی ٹوپی جس کا دستور بزرگوں سے آرہا ہے بھیجی جارہی ہے۔"

اس کے بعد تمام اسی طریقے پر عمل کرنے کی تاکید کی گئی جس کی ہدایت قاضی شمس الدین کو دی گئی تھی۔ وقتاً فوقتاً جن مختلف امور و موضوعات پر مخدوم الملک نے مکتوبات لکھے تھے ان میں سے کچھ اہم کے اقتباسات و خلاصے ملاحظہ ہوں،